4353/94

69
70

دستورِ جماعتِ اسلامی

شائع کردہ

مکتبہ جماعتِ اسلامی لاہور

قیمت

۳/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

دستورِ جماعتِ اسلامی

عقیدہ

۱۔ جماعت اسلامی کا بنیادی عقیدہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ہے یعنی صرف اللہ ہی ایک الٰہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

تشریح :۔ اس عقیدے کے پہلے جز یعنی اللہ کے واحد الٰہ ہونے اور کسی دوسرے کے الٰہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمان، اور جو کچھ آسمان و زمین میں ہے، سب کا خالق، پروردگار، مالک، مدبر اور حاکم صرف اللہ ہے، ان میں سے کسی حیثیت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

اس حقیقت کو جاننے اور تسلیم کرنے سے لازم آتا ہے کہ: [۱] انسان اللہ کے سوا کسی کو ولی و کارساز، حاجت روا اور مشکل کشا، فریاد رس اور حامی و ناصر نہ سمجھے، کیونکہ کسی دوسرے کے پاس کوئی اقتدار ہی نہیں ہے۔ [۲] اللہ کے سوا کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے والا نہ سمجھے، کسی سے تقویٰ اور خوف نہ کرے، کسی پر توکل نہ کرے، کسی سے امیدیں وابستہ نہ کرے، کیونکہ تمام اختیارات کا مالک وہی اکیلا ہے۔ [۳] اللہ کے سوا کسی سے دعا نہ مانگے، کسی کی پناہ نہ ڈھونڈے، کسی کو مدد کے لئے نہ پکارے، کسی کو خدائی انتظامات میں ایسا دخیل اور زور آور بھی نہ سمجھے کہ اس کی سفارش سے قضائے الٰہی ٹل سکتی ہو، کیونکہ خدا کی سلطنت میں سب بے اختیار رعیت ہیں خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیاء و اولیاء۔ [۴] اللہ کے سوا کسی کے آگے سر

نہ جھکائے، کسی کی پرستش نہ کرے، کسی کو نذر[1] نہ دے، اور کسی کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے جو مشرکین اپنے معبودوں کے ساتھ کرتے رہے ہیں، کیونکہ تنہا ایک اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو بادشاہ، مالک الملک، مقتدرِ اعلیٰ نہ تسلیم کرے، کسی کو باختیارِ خود حکم دینے اور منع کرنے کا مجاز نہ سمجھے، کسی کو شارع اور قانون ساز نہ مانے، اور ان تمام اطاعتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے جو ایک اللہ کی اطاعت کے ماتحت اور اس کے قانون کی پابندی میں نہ ہوں، کیونکہ اپنے ملک کا ایک ہی جائز مالک، اور اپنی خلق کا ایک ہی جائز حاکم اللہ ہے، اس کے سوا کسی کو مالکیت اور حاکمیت کا حق نہیں پہنچتا۔

نیز اس عقیدے کو قبول کرنے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ انسان اپنی آزادی و خودمختاری سے دست بردار ہو جائے، اپنی خواہشِ نفس کی بندگی چھوڑ دے، اور اللہ کا بندہ بن کر رہے جس کو اس نے الٰہ تسلیم کیا ہے۔ اپنے آپ کو کسی چیز کا مالکِ مختار نہ سمجھے، بلکہ ہر چیز حتیٰ کہ اپنی جان، اپنے اعضاء اور اپنی ذہنی و جسمانی قوتوں کو بھی اللہ کی ملک اور اس کی طرف سے امانت سمجھے۔ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ سمجھے اور اپنی قوتوں کے استعمال اور اپنے برتاؤ اور تصرفات میں ہمیشہ اس حقیقت کو ملحوظ رکھے کہ اسے اللہ کو ان سب چیزوں کا حساب دینا ہے۔ اپنی پسند کا معیار اللہ کی پسند کو اور اپنی ناپسندیدگی کا معیار اللہ کی ناپسندیدگی کو بنائے۔ اللہ کی رضا اور اس کے قرب کو اپنی تمام سعی و جہد کا مقصود اور اپنی پوری زندگی کا محور ٹھیرائے۔ اپنے لئے اخلاق میں، برتاؤ میں، معاشرت اور تمدن میں، معیشت اور سیاست میں، غرض زندگی کے ہر معاملہ میں صرف اللہ کی ہدایت، اور صرف اس کے مقرر کئے ہوئے ضابطہ کو ضابطہ تسلیم کرے، اور

[1] نذر اور ہدیہ میں اصلی فرق ہے۔ نذر یا تو اعترافِ نعمت کے طور پر کسی ایسی ہستی کے سامنے پیش کی جاتی ہے جس کے منعم ہونے کا تصور آدمی کے ذہن میں ہوتا ہے، یا پھر اعترافِ بالاتری کی حیثیت سے کسی ایسے شخص کے حضور میں گذرانی جاتی ہے جسے آدمی مقتدرِ اعلیٰ تسلیم کرتا ہے۔ بخلاف اس کے ہدیہ ایک انسان دوسرے انسان کو مخلصانہ محبت کی بنا پر دیتا ہے اور اس میں اعترافِ نعمت یا اعترافِ بالاتری کا کوئی تصور شامل نہیں ہوتا۔ اسی لئے اسلام میں ہدیہ جائز اور نذر لغیر اللہ حرام ہے۔

ہر اُس طریقے کو رد کر دے جس کا اللہ کی طرف سے ہونا ثابت نہ ہو۔

اس عقیدے کے دوسرے جز یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سلطانِ کائنات کی طرف سے رُوئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو جس آخری نبی کے ذریعہ سے مستند ہدایت نامہ اور ضابطۂ قانون بھیجا گیا اور جس کو اس ضابطہ کے مطابق کام کر کے ایک مکمّل نمونہ قائم کر دینے پر مامور کیا گیا وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس امرِ واقعی کو جاننے اور تسلیم کرنے سے لازم آتا ہے کہ: انسان ہر اُس تعلیم اور ہر اُس ہدایت کو بے چون و چرا قبول کرے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہو۔ اُس کو کسی حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنے کیلئے اور کسی طریقہ کی پیروی سے روک دینے کیلئے صرف اتنی بات کافی ہو کہ اس چیز کا حکم یا اس چیز کی ممانعت رسُولِ خدا سے ثابت ہے، اِس کے سوا کسی دوسری دلیل پر اس کی اطاعت موقوف نہ ہو۔ رسُولِ خدا کے سوا کسی کی مستقل بالذات پیشوائی و رہنمائی تسلیم نہ کرے، دوسرے انسانوں کی پیروی کتاب اللہ اور سنت رسُول اللہ کے تحت ہو، نہ کہ اُس سے آزاد۔ اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں خُدا کی کتاب اور اُس کے رسُول کی سُنّت کو حجّت اور سند اور مرجع قرار دے، جو خیال یا عقیدہ یا طریقہ کتاب و سنت کے مطابق ہو اُسے اختیار کرے، جو اس کے خلاف ہو اُسے ترک کر دے، اور جو مسئلہ بھی حل طلب ہو اُسے حل کرنے کے لئے اسی سرچشمۂ ہدایت کی طرف رجوع کرے۔ تمام عصبیتیں اپنے دل سے نکال دے خواہ وہ شخصی ہوں یا خاندانی یا قبائلی و نسلی، یا قومی و وطنی، یا فرقی و گروہی۔ کسی کی محبت یا عقیدت میں ایسا گرفتار نہ ہو کہ رسُولِ خدا کے لائے ہُوئے حق کی محبّت و عقیدت پر وہ غالب آجائے یا اس کی مدِمقابل بن جائے۔ رسُولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو، ہر ایک کو خُدا کے بنائے ہُوئے اُس معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اُس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھے۔

نصب العین

۲۔ جماعتِ اسلامی کا نصب العین اور اُس کی تمام سعی و جہد کا مقصود دُنیا میں، حکومتِ الٰہیہ کا قیام، اور آخرت میں رضائے الٰہی کا حصُول ہے۔

تشریح:۔ جہاں تک امرِ تکوینی کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کی حکومت آپ اپنے زور پر قائم ہے، اور اس سے بالاتر ہے کہ معاذ اللہ اس کا قیام و بقا بندوں کی مدد کا محتاج ہو۔ تمام مخلوقات خواہ ارضی ہوں یا سماوی، اُس کے قہر و غلبہ سے مغلوب ہیں، اس کے زبردست قانون کی بندش میں جکڑی ہوئی ہیں، کسی میں اس کے حکم سے سرتابی کا یارا نہیں، اور دوسری مخلوقات کی طرح انسان بھی خواہ مومن ہو یا کافر، اللہ کی تکوینی حکومت کے تحت محض ایک بندۂ مجبُور ہے۔ لہٰذا حکومتِ الٰہیہ کے قیام سے مُراد اللہ کی تکوینی حکومت کا قیام نہیں ہے، بلکہ در اصل اس سے مُراد اللہ کی شرعی حکومت کا قیام ہے جس کا تعلق صرف انسان سے، اور انسان کی زندگی کے بھی اُس حصّے سے ہے جس میں اللہ نے انسان کو اختیار عطا کیا ہے۔

انسان کی زندگی کا جو حصّہ حیوانی و طبعی ہے اس کو تو اللہ تعالےٰ نے حکمِ تکوینی کے ماتحت رکھا ہے، اور اس حصّہ میں انسان دوسری تمام مخلوقات کی طرح بہرحال مسلم (مطیع) ہے۔ مگر جو حصّہ انسانی ہے، یعنی جس میں انسان عقل اور تمیز استعمال کر کے خود اپنے ارادے سے کام کرتا ہے، اس میں اللہ نے اُسے آزادی عطا کی ہے کہ چاہے خود مختار بن کر کام کرے، چاہے اللہ کے سوا کسی اور کا بندہ بن جائے، چاہے خود خدائی کا مدعی بن کر دوسروں کو اپنا بندہ بنائے اور چاہے تو اپنے اصلی مالک کو پہچان کر رضا و رغبت اس کی بندگی اختیار کر لے۔ یہ آزادی جو اللہ نے انسان کو عطا فرمائی ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدمی ان چاروں صورتوں میں سے جو صورت بھی اختیار کرے گا وہ یکساں جائز اور حق ہوگی نہیں، اس انتخاب و اختیار میں آدمی کو آزاد چھوڑنے کا مدعا در اصل امتحان اور آزمائش ہے۔ جائز اور حق تو صرف یہی ہے کہ انسان اپنی زندگی کے

اختیاری حصّہ میں بھی اسی طرح اپنے خالق کا مطیع ہو جس طرح وہ اپنی زندگی کے غیر اختیاری حصّہ میں اس کا مطیع ہے، کیونکہ حقیقت میں وہی ایک جائز فرماں روا ہے اور اسی کی اطاعت کائنات کے مجموعی نظام کے ساتھ صحیح مناسبت رکھتی ہے۔ لیکن اللہ نے اس طریق حق پر چلنے کے لئے انسان کو مجبور نہیں کیا بلکہ اسے آزاد چھوڑ دیا ہے تاکہ اگر وہ حق کو پہچاننے اور آزادی رکھنے کے باوجود خود اپنی خوشی سے بندگی کا طریقہ اختیار کرے تو اُسے ابدی انعام سے سرفراز کیا جائے، اور اگر وہ اسے نہ پہچانے یا پہچاننے کے باوجود اپنی خواہشاتِ نفس کا ایسا غلام ہو کہ مالکِ حقیقی کی اطاعت گوارا نہ کرے تو اس کو ابدی سزا دی جائے۔

چونکہ اس امتحان و آزمائش کی غرض سے اللہ نے انسان کو خود آزادی عطا فرمائی ہے۔ اس لئے وہ اپنی فرماں روائی کا حق تسلیم کرانے کے لئے اپنی اُس قاہرانہ طاقت سے کام نہیں لیتا جس کو وہ اگر چاہتا تو پہلے ہی استعمال کر سکتا تھا اور چاہے تو ہر وقت استعمال کر سکتا ہے۔ جبر و زور سے مغلوب کرنے کے بجائے وہ حجّت و بُرہان کے ساتھ نصیحت اور فہمائش کرنے کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ وہ انسان کو سمجھاتا ہے کہ درحقیقت زمین و آسمان کا مالک مَیں ہوں، تو میری مخلوق اور میری رعیّت ہے، اور تیرے لئے بھلائی اِسی میں ہے کہ جو امرِ واقعی ہے اس کو تسلیم کرکے تو میرا مطیع و فرمانبردار بندہ بن جائے۔ اس فہمائش کے کام میں اللہ نے سب سے پہلے تو ان انسانوں سے مدد لی ہے جن کو اس نے اپنا رسول مقرر کیا تاکہ وہ دلائل سے انسان کو حقیقتِ نفس الامری (یعنی اللہ واحد ہی کے تنہا مالک و مدبّرِ کائنات اور حاکم ذی اقتدار ہونے) کا یقین دلائیں اور بطوع و رغبت اس کی اطاعت اختیار کرنے پر راضی کریں۔ پھر جو انسان رسولوں کی فہمائش سے حقیقت کو جان گئے ہوں اور جان کر اس کے پیرو بن چکے ہوں اُن سے اللہ مطالبہ کرتا ہے کہ تم اس کام میں میری مدد کرو۔ چنانچہ قرآن میں بارہا فرمایا گیا ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ (اے ایمان لانے والو! اللہ کے مددگار بنو) اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ (اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا)۔ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ (اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اُس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے درآں حالیکہ اللہ پردۂ غیب میں چھپا ہوا ہے) وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ

یَنْصُرُہٗ (اور اللہ ضرور بہی اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا) پس اللہ کی معبودیت و حاکمیت کا اقرار کرکے اور اس کی بندگی و اطاعت اختیار کرکے مومن کا کام ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے بعد یہ خدمت اس کے سپرد کی جاتی ہے کہ وہ جاہل انسانوں کو اسی حقیقت سے آگاہ کرے جس سے وہ خود آگاہ ہوا ہے اور باغی انسانوں کو اسی رب کی بندگی اور اسی حاکمِ اعلیٰ کی اطاعت پر آمادہ کرے جس کا وہ خود بندہ اور مطیع بنا ہے۔ اسی خدمت کی انجام دہی میں اللہ کی رضا ہے، اور اسی کے لئے اللہ اور مومن کے درمیان وہ معاہدہ عمل میں آتا ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے :-

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۔ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔

(التوبہ - ۱۴)

(درحقیقت اللہ نے (اپنے کام کے لئے) مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو خرید لیا ہے جس کے معاوضہ میں ان کے لئے جنّت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں (اور اس لڑائی میں) مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔ (اس کے معاوضہ میں جنّت کا) وعدہ اللہ کے ذمّہ ہے۔ اور یہ پکا وعدہ ہے جو توراۃ اور انجیل اور قرآن میں کیا گیا ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ لہٰذا اپنی اُس بیع پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اللہ کے ساتھ طے کی ہے کہ یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔

انسان کی زندگی کے اختیاری حصّہ میں اللہ کے جس قانون کی اطاعت مطلوب ہے وہ اس کا قانونِ تکوینی نہیں بلکہ اس کا وہ قانونِ شرعی ہے جو رسولوں کے واسطے سے آتا ہے۔ اور اس قانون کا تعلق عقائد، اخلاق معاشرت، تمدّن اور سیاست وغیرہ سے ہے۔ محض تکوینی حیثیت سے اللہ کو خالق اور مدبرِ کائنات

اور مالک ارض و سما مان لینا کافی نہیں، بلکہ سیاسی حیثیت سے اُسی کو بادشاہ اور حاکم اور قانون ساز ماننا بھی ضروری ہے اور اُسی کے بتائے ہوئے اصولِ اخلاق اور حدودِ قانون کی پیروی لازم ہے اگر صرف تکوینی حیثیت سے کوئی اللہ کو مانتا ہو اور لاشریک مانتا ہو لیکن انسانی زندگی کے اختیاری حصّے میں خود اپنے مختارِ مطلق ہونے کا ادّعا کرے، یا زمین کے کسی حصّہ پر اپنی حاکمیت کا مدعی ہو اور کہے کہ یہاں میں اپنی مرضی کے مطابق جس طرح چاہوں گا حکومت چلاؤں گا (جیسا کہ نظامِ بادشاہی میں ہر بادشاہ نظامِ آمریت میں ہر ڈکٹیٹر، نظامِ برہمنی و پاپائی میں ہر مذہبی پیشوا، نظامِ جمہوری میں جمہوریت کا ہر شہری کہتا ہے، اور جیسا کہ انفرادی زندگی میں ہر اُس شخص کا نفس کہتا ہے جو خدا کی اطاعت کا قائل نہ ہو) تو دراصل وہ خدا کے مقابلہ میں بغاوت کرتا ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس جو شخص اس شعبۂ زندگی میں کسی دوسرے کی حاکمیت و آمریت تسلیم[*] کرتا ہے وہ بھی بغاوت ہی کا ارتکاب کرتا ہے۔ مومن کا کام اس بغاوت کو دُنیا سے مٹانا اور خُدا کی زمین پر خدا کے سوا ہر ایک کی خداوندی ختم کر دینا ہے۔ مومن کی زندگی کا مشن یہ ہے کہ جس طرح خُدا کا قانونِ تکوینی تمام کائنات میں نافذ ہے۔ اُسی طرح خُدا کا قانونِ شرعی بھی عالمِ انسانی میں نافذ ہو۔ مومن کی تمام مساعی کا ہدفِ مقصود یہ ہے کہ وہ خُدا کے بندوں کو خُدا کے سوا ہر ایک کی بندگی سے نکالے اور صرف خُدا کا بندہ بنائے۔ یہ کام فی الاصل تو نصیحت، فہمائش، ترغیب اور تبلیغ ہی سے کرنے کا ہے، لیکن جو لوگ ملکِ خُدا کے ناجائز مالک بن بیٹھتے ہیں اور خُدا کے بندوں کو اپنا بندہ بنا لیتے ہیں وہ عموماً اپنی خداوندی سے محض نصیحتوں کی بنا پر دست بردار نہیں ہو جایا کرتے، اور نہ وہ اس کو گوارا کرتے ہیں کہ عامۃ الناس میں حقیقت کا علم پھیلے، کیوں کہ اس سے ان کو خطرہ ہوتا ہے کہ ان کی خداوندی خود بخود ختم ہو جائے گی، اس لئے مومن کو مجبوراً جنگ کرنی پڑتی ہے تاکہ حکومتِ الٰہیہ کے قیام میں جو چیز سدِ راہ ہو اُسے راستے سے ہٹا دے۔

---

[*] تسلیم کرنے سے مُراد اس کو جائز اور صحیح تسلیم کرنا ہے، نہ کہ بحیثیت ایک واقعہ کے تسلیم کرنا۔

نظامِ جماعت

۳- ہر وہ شخص (خواہ وہ عورت ہو یا مرد، اور خواہ وہ کسی قوم یا نسل سے تعلق رکھتا ہو اور خواہ وہ دُنیا کے کسی حصّے کا باشندہ ہو) جو عقیدہ لا الٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ کو اُس کے پُورے مفہوم کے ساتھ سمجھ کر شہادت دے کہ یہی اس کا عقیدہ ہے، وہ اس جماعت کا رُکن ہو سکتا ہے۔ اس شہادت کے سوا اس جماعت میں داخل ہونے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے۔

تشریح:- اس جماعت میں کوئی شخص محض اس مفروضہ پر شامل نہیں کر لیا جائے گا کہ جب وہ مسلمان گھر میں پیدا ہُوا ہے اور اس کا نام مسلمانوں کا سا ہے تو ضرور مسلمان ہو گا۔ اسی طرح کوئی شخص کلمہ طیّبہ کے الفاظ کو بے سمجھے بوجھے محض زبان سے ادا کر کے بھی اس جماعت میں نہیں آ سکتا[1]۔ اس دائرے میں آنے کے لئے شرطِ لازم یہ ہے کہ آدمی کو کلمۂ طیّبہ کے معنی و مفہوم کا علم ہو، وہ جانتا ہو کہ اس کلمہ میں نفی کس چیز کی ہے اور اثبات کس چیز کا، اور اس نفی و اثبات کی شہادت دینے سے اُس پر کیا ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اور یہ شہادت اس کے طرزِ خیال و طرزِ زندگی میں کس قسم کے تغیّر کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے بعد جو شخص اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمّد رسول اللہ کہنے کی جرأت کرے، صرف وہی اس جماعت میں داخل ہو سکتا ہے خواہ وہ نسلاً غیر مُسلم ہو اور ابتداءً یہ شہادت ادا کرے، یا پیدائشی مسلمان ہو اور اب پُورے فہم و شعور کے ساتھ اپنے سابق ایمان کی تجدید کرے۔

۴- ادائے شہادت کے بعد جو تغیّرات ہر رکنِ جماعت کو اپنی زندگی میں لازماً کرنے ہوں گے وہ یہ ہیں:

---

[1] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو مسلمان نہیں سمجھتے، بلکہ صرف یہ ہے کہ اقامتِ دین کی جدوجہد کے لئے جو جماعت ہم بنا رہے ہیں اس میں شامل ہونے کے لئے اس قسم کے مسلمان غیر مفید ہیں۔

(ا) فرائض کو ان کی شرعی پابندیوں کے ساتھ ادا کرے،

(ب) کبائر سے اجتناب کرے اور اگر نادانستہ کسی کبیرہ کا مرتکب ہو جائے تو اس سے توبہ کرے

(ج) اگر وہ کوئی ایسا ذریعۂ معاش رکھتا ہو جو معصیتِ فاحشہ کی تعریف میں آتا ہے (مثلاً سود، شراب، زنا، رقص و سرود، شہادتِ زور، رشوت، خیانت، قمار، قتال فی غیر سبیل اللہ وغیرہ) تو اس کو ترک کر دے بلا اس لحاظ کے کہ اس کے ترک کرنے میں کتنا ہی نقصان ہو، اور اگر اس کی معاش میں ان وسائل کا کچھ حصّہ شامل ہو تو وہ اس حصّہ سے اپنی معیشت کو پاک کرے،

(د) اگر اس کے قبضہ میں ایسا مال (یا جائداد) ہو جو حرام طریقہ سے آیا ہو، یا جس میں حقداروں کے تلف کردہ حقوق شامل ہوں تو اس سے دست بردار ہو جائے اور اہلِ حقوق کو اُن کے حق پہنچا دے[1]،

(ہ) اگر وہ کسی ایسی حکومت کا صدر، یا رئیس، یا گورنر، یا وزیر، یا جج ہو جو زمین کے کسی حصّہ پر حاکمیت کی مدّعی ہو تو اپنے اس منصب سے دست بردار ہو جائے،

(و) اگر وہ کسی مجلسِ قانون ساز کا رکن ہو تو اس سے مستعفی ہو جائے کیونکہ جو مجلس قرآن اور سنتِ رسول کو اساس اور منبعِ قانون تسلیم نہ کرے، اسلام کی رُو سے اس کو انسانی زندگی کے لئے قوانین بنانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور اس کی رکنیت قبول کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہے،

(ز) اگر وہ کسی غیر الٰہی نظام کی طرف سے خطاب رکھتا ہو تو اس کو واپس کرے اور اُن وفاداریوں اور نیاز مندیوں سے باز آئے جن کی بدولت اس نے خطاب پایا تھا یا جن کو اب خطاب یافتہ ہونے کی وجہ سے نباہنا پڑتا ہے۔

یہ تغیرات جس شخص کی زندگی میں فوراً رونما نہ ہوں اس کے متعلق یہ سمجھا جائے گا کہ وہ کلمۂ شہادت

---

[1] یہ عمل صرف اس صورت میں کرنا ہوگا جہاں حقدار بھی معلوم ہوں اور وہ مال بھی معلوم و متعین ہو جس میں اُن کا حق تلف ہوا ہے۔ بصورت دیگر صرف توبہ اور آئندہ کے لئے طرزِ عمل کی اصلاح کافی ہوگی۔

ادا کرنے میں صادق نہ تھا اور اس بنا پر وہ جماعت میں نہ لیا جائے گا، یا لیا جا چکا ہو تو خارج کیا جائے گا۔

۵- ادائے شہادت کے بعد جو تغیرات ہر رکنِ جماعت کو بتدریج اپنی زندگی میں کرنے ہوں گے وہ یہ ہیں:-

(الف) دین کا کم از کم اتنا علم حاصل کر لینا کہ اسلام اور جاہلیت (غیر اسلام) کا فرق معلوم ہو اور حدود اللہ سے واقفیت ہو جائے۔

(ب) تمام معاملات میں اپنے نقطۂ نظر، خیال اور عمل کو ہدایتِ الٰہی کے مطابق ڈھالنا، اپنی زندگی کے مقصد، اپنی پسند اور قدر کے معیار، اور اپنی وفاداریوں کے محور کو تبدیل کر کے رضائے الٰہی کے موافق بنانا اور اپنی خودسری اور نفس پرستی کے بُت کو توڑ کر تابعِ امرِ رب بن جانا،

(ج) اُن تمام رسومِ جاہلیت سے اپنی زندگی کو پاک کرنا جو کتاب اللہ و سنّتِ رسول اللہ کے خلاف ہوں، اور اپنے ظاہر و باطن کو احکامِ شریعت کے مطابق بنانے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنا،

(د) اُن تعصّبات اور دلچسپیوں سے اپنے قلب کو، اور اُن مشاغل اور جھگڑوں اور بحثوں سے اپنی زندگی کو پاک کرنا جس کی بنا نفسانیت یا دنیا پرستی پر ہو اور جن کی کوئی اہمیت دین میں نہ ہو،

(ہ) فاسقین اور فجار اور خدا سے غافل لوگوں سے ربط و تعلق توڑنا اور صالحین سے ربط قائم کرنا۔

(و) اُن تمام اداروں سے تعلق منقطع کرنا جو جاہلیت کی خدمت کرتے ہوں اور جن کا مقصد حاکمیتِ رب العالمین کے قیام و اثبات کے سوا کچھ اور ہو (ایسے اداروں کے ساتھ وقتی ضروریات کے لحاظ سے تعاون یا صلح و موادعت کے معاملات کئے جا سکتے ہیں، مگر یہ افراد کا کام نہیں بلکہ جماعت کا کام ہے، کوئی رکنِ جماعت انفرادی طور پر ایسے کسی ادارے کا جز نہیں بن سکتا)۔

(ز) اپنے معاملات کو راستی، عدل، خدا ترسی اور بے لاگ حق پرستی پر قائم کرنا،

(ح) اپنی دوڑ دھوپ اور سعی و جہد کو قیامِ حکومتِ الٰہیہ کے نصب العین پر مرتکز کر دینا اور اپنی ضروریاتِ

زندگی کے ہوا اُن تمام مصروفیتوں سے دست کش ہو جانا جو اس نصب العین کی طرف نہ لے جاتی ہوں۔

ضروری نہیں کہ یہ تغیرات تمام اشخاص میں کمال درجے پر ہوں، مگر ہر شخص کو اس باب میں اپنی تکمیل کی کوشش کرنی ہوگی۔ کیوں کہ انہی تغیرات کے اعتبار سے ناقص یا کامل ہونے پر "جماعت اسلامی" میں آدمی کے مرتبے کا تعین ہوگا۔

۶۔ جو لوگ غیر الٰہی نظامِ حکومت کو چلانے میں آلہ کی حیثیت سے کام کرتے ہیں یا غیر الٰہی قانون کے اجراء میں مددگار بنتے ہیں اُن کی تین حیثیتیں ہیں:۔

اگر وہ اپنے کام پر خوش اور مطمئن ہیں اور اپنے کسب کو حلال و طیّب سمجھتے ہیں اور اسی کی راہ میں ترقی درجات کے متمنّی ہیں تو اُن کے لئے اِس جماعت کے دائرے میں کوئی جگہ نہیں۔

اگر وہ اس نظام کو غلط اور اپنے اس کسب کو حرام سمجھتے ہیں، مگر اعترافِ گناہ کے باوجود اس کو محض ضعفِ ایمان کی وجہ سے ترک نہیں کر سکتے، تو وہ اس جماعت میں داخل ہو سکتے ہیں اور ان کا شمار تیسرے درجہ کے ارکان میں ہوگا جس کی تشریح آگے آتی ہے۔

اگر وہ محض اِس مجبوری سے اس نظام میں منسلک رہیں کہ دُوسرا ذریعۂ زندگی نہیں پاتے، اور نیک نیّتی کے ساتھ اس بات کے لئے تیّار ہوں کہ دُوسرا ذریعہ پاتے ہی اُسے ترک کر دیں گے تو وہ بھی جماعت میں داخل ہو سکتے ہیں اور ان کا شمار دُوسرے درجے کے ارکان میں ہوگا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

تشریح:۔ یہ واضح رہے کہ غیر الٰہی نظامِ اطاعت کے ایک جُز اور دُوسرے جُز میں کوئی فرق نہیں۔ اس کے جو اجزا بظاہر بالکل معصوم نظر آتے ہیں وہ بھی اسی قدر ناپاک ہیں جس قدر دُوسرے غیر معصوم اجزا۔

نیز جو غیر الٰہی نظامِ اطاعت مسلمانوں کی خداوندی میں چل رہا ہے وہ بھی اپنے تمام اجزا سمیت اسی حکم میں ہے۔ مُسلمان کی خداوندی اس کو ہرگز سندِ طہارت عطا نہیں کرتی۔

۷۔ جہاں ایک شخص حسبِ قاعدہ جماعت میں داخل ہو اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے حلقۂ تعارف میں بندگانِ خدا کو بالعموم جماعت کے عقیدے اور نصب العین کی طرف (جن کی تشریح دفعہ اوّل و دوم میں کی گئی ہے) دعوت دے اور جو لوگ اس عقیدے اور نصب العین کو قبول کرلیں انھیں قیامِ حکومتِ الٰہیہ کے لئے جدوجہد کرنے پر آمادہ کرے۔ جماعت کے نظام میں شامل ہونے کی دعوت کسی کو نہ دی جائے۔ البتہ جو شخص خود اس جماعت کے عقیدہ و نصب العین سے متفق اور اس کے نظام و طریقِ کار سے مطمئن ہو کر اس میں داخل ہونے پر آمادہ ہو اُسے رکن بنالیا جائے۔ جہاں کم از کم دو رکن موجود ہوں وہاں مقامی جماعت قائم کرلی جائے اور مرکز کو اطلاع دے کر ہدایات حاصل کی جائیں۔

۸۔ اس جماعت میں آدمی کے درجہ و مرتبہ کا تعین اس کے حسب و نسب اور علمی اسناد اور مادّی حالات کے لحاظ سے نہ ہوگا بلکہ اُس تعلق کے لحاظ سے ہوگا جو وہ اللہ اور اس کے رسول اور اُس کے دین کے ساتھ رکھتا ہو، اور جماعت کو اس کے اس تعلق کا ثبوت اس کی اُن نفسی، جسمانی اور مادّی قربانیوں سے ملے گا جو وہ اللہ کے دین کی راہ میں کرے گا۔

جماعت کے اندر ایسے لوگ اوّل درجہ میں شمار کئے جائیں گے، جو تن من دھن سے شریکِ جماعت ہوں۔ اسلامی نصب العین کے حصول کی جدوجہد میں ہر قربانی کے لئے تیار ہوں۔ اپنے آپ کو بلا کسی استحفاظ و استثناء کے اس طرح جماعت کے حوالے کریں کہ جب ان کو پکارا جائے، لبیک کہیں، جو خدمت ان کے سپرد کی جائے، انجام دیں، اور جان، مال، اولاد، عزیز، اقارب، دوست، غرض کسی چیز کو بھی مقصدِ اسلامی سے عزیز تر نہ رکھیں۔ احکامِ شرعیہ کی پابندی میں رخصت کے بجائے عزیمت کے طریقہ پر عامل ہوں۔ غیر الٰہی نظامِ حکومت کے ساتھ ناگزیر تمدّنی ضروریات کے ماسوا کسی قسم کا اختیاری تعلق نہ رکھیں۔ غیر الٰہی عدالت میں مستغیث یا مدّعی کی حیثیت سے نہ جائیں بجز شدید اضطراری حالات کے جن میں بشرطِ امکان امیرِ جماعت سے اجازت لے لی گئی ہو اور مدّعا علیہ یا مستغاث علیہ کی حیثیت سے صرف ایسے حالات میں جائیں جبکہ غیر معمولی نقصان کا

اندیشہ ہو۔ ایسے لوگ اپنے عہد میں پوری طرح صادق سمجھے جائیں گے، یہی جماعت کے اصل کارکن اور کارفرما لوگ ہوں گے اور رہنمائی و سربراہ کاری انہی کے ہاتھ میں ہوگی۔

جو ارکان جماعت اپنے آپ کو جماعت کے کام میں بالکلیہ وقف نہ کریں نہ خطرات اور قربانیوں کا پورا بار اٹھائیں، نہ غیر الٰہی نظام سے درجہ اوّل کے لوگوں کی طرح قطع تعلّق کریں، مگر احکامِ دین کی پوری اطاعت کرتے رہیں، اُن وسائلِ کسبِ رزق اور مشاغل سے مجتنب رہیں جو براہِ راست دینِ حق کے خلاف ہیں، صدقِ دل سے جماعت کے خیرخواہ و وفادار ہوں، اور اپنے وقت اور اپنے مال اور اپنی قوّتوں کا ایک حصّہ اپنی ذات کی خدمت سے بچا کر خُدا کی راہ میں وقف کر دیں، اُن کا شمار دوسرے درجے کے ارکان میں ہوگا۔

جو لوگ جماعت کے عقیدہ و نصب العین اور اس کے مقتضیات کو اصولاً حیثیت سے تسلیم کریں اور اس دستور کی دفعہ سوم و چہارم کے مطابق رکنیت کی لازمی شرائط بھی پوری کر دیں، مگر غیر الٰہی نظام سے اُن کے جو مفاد وابستہ ہیں اُن کا نقصان گوارا کرنے کے لئے تیار نہ ہوں، یا جماعت کے کاموں میں کسی خاص سرگرمی کا اظہار نہ کریں اور اپنی حیثیت کے مطابق مال، وقت اور قوّت اس راہ میں صرف نہ کریں، اُن کا شمار تیسرے درجے کے ارکان میں ہوگا اور وہ بس جماعت کے ہمدرد سمجھے جائیں گے۔

عورتوں کی حیثیت

۹۔ جو عورتیں جماعتِ اسلامی میں داخل ہوں اُن پر دفعہ چہارم اور دفعہ پنجم کے تمام اُن اجزا کا اطلاق ہوگا جو مخصوص طور پر مردوں سے متعلق نہیں ہیں۔

رکنِ جماعت ہونے کی حیثیت سے عورتوں کے فرائض حسبِ ذیل ہوں گے:۔

(۱) اپنے خاندان اور اپنے حلقۂ تعارف میں اس جماعت کے عقیدہ و نصب العین کی دعوت پہنچائیں۔

(ب) اپنے شوہروں، بھائیوں اور خاندان کے دوسرے مردوں پر بھی اس کی تبلیغ کریں۔

(ج) اپنے بچوں کے دلوں میں نورِ ایمان پیدا کرنے کی کوشش کریں،

(د) اگر اُن کے شوہر یا بیٹے یا باپ اور بھائی جماعت میں داخل ہوں تو اپنی صابرانہ رفاقت سے اُن کی ہمت افزائی کریں اور جماعت کے نصب العین کی خدمت میں حتے الامکان اُن کا ہاتھ بٹائیں اور نزولِ مصائب کی صورت میں صبر و ثبات سے کام لیں۔

(ہ) اگر اُن کے شوہر یا اولیاء جاہلیت میں مبتلا ہوں، حرام کماتے ہوں یا معاصی کا ارتکاب کرتے ہوں تو صبر کے ساتھ اُن کی اصلاح کے لئے ساعی رہیں، اُن کی حرام کمائی اور اُن کی ضلالتوں سے محفوظ رہنے کی کوشش کریں اور ان کے ایسے احکام ماننے سے انکار کر دیں جو معصیتِ خدا و رسُول کے مترادف ہوں بلا لحاظ اس کے کہ اُن کی حکم عدولی کے نتائج کیسے ہی بُرے ہوں۔

امارت

۱۰۔ اس جماعت کا ایک امیر ہوگا جس کی حیثیت "امیر المومنین" (باصطلاحِ معروف) کی نہ ہوگی بلکہ صرف اس جماعت کے رہنما کی ہوگی۔ اس کی اطاعت فی المعروف جماعت کے کل افراد اپنے امیر (باصطلاحِ شرع) کی حیثیت سے کریں گے۔ امیر کے انتخاب میں تقویٰ، علمِ دین میں بصیرت، اصابتِ رائے، عزم و حزم اور مفادِ جماعت کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ جماعت کی دعوت اپنے عقیدہ اور نصب العین کی طرف ہوگی نہ کہ اپنے امیر کی شخصیت اور امارت کی طرف۔ جماعت کی نظر میں انتخاب کے وقت جو شخص بھی مذکورہ بالا اوصاف کے لحاظ سے اہل تر ہوگا اس کو وہ اس منصب کے لئے منتخب کرے گی۔

امیر کی خدا ترسی و احساسِ ذمہ داری سے یہ توقع کی جائے گی کہ اپنے سے زیادہ اہل آدمی کے آجانے پر وہ خود اس کے لئے جگہ خالی کر دے گا۔ نیز ایسی صورت میں جب کہ جماعت اپنے نصب العین کے

مفاد کے لئے ضرورت محسوس کرے، وہ امیر کو معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

ابتدائی لائحہ عمل

۱۱۔ جماعت کا ابتدائی پروگرام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک طرف اس میں شامل ہونے والے افراد اپنے نفس اور اپنی زندگی کا تزکیہ کریں، اور دوسری طرف جماعت سے باہر جو لوگ ہوں (خواہ وہ غیر مسلم ہوں، یا ایسے مسلمان ہوں جو اپنے دینی فرائض اور دینی نصب العین سے غافل ہیں) ان کو بالعموم حاکمیت غیر اللہ کا انکار کرنے اور حاکمیت رب العٰلمین کو تسلیم کرنے کی دعوت دیں۔ اس دعوت کی راہ میں جب تک کوئی قوت حائل نہ ہو، اُن کو چھیڑ چھاڑ کی ضرورت نہیں اور جب کوئی قوت حائل ہو، خواہ وہ کوئی قوت ہو، تو ان کو اس کے علی الرغم اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنی ہوگی اور اس تبلیغ میں جو مصائب بھی پیش آئیں اُن کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہوگا۔

بعد کے مراحل کے متعلق اس وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جیسے حالات پیش آئیں گے انہی کے لحاظ سے قدم اُٹھایا جائے گا۔ البتہ لوگوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ایک مضبوط جمے ہوئے اور زمین پر چھائے ہوئے دین (نظامِ اطاعت غیر اللہ) کو اکھاڑ کر دُوسرے دین (نظامِ اطاعت الٰہی) کو قائم کرنا بہرحال آسان کام نہیں ہے۔ اس میں جان، مال اور ہر چیز کا زیاں ہے۔ لہٰذا وُہی لوگ آگے بڑھیں جو تمام فائدوں اور آسائشوں کی قربانی اور تمام نقصانات کی برداشت کے لئے تیار ہوں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی پرنٹر و پبلشر نے تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر
مکتبہ جماعت اسلامی لاہور سے شائع کیا